سے گزرنا تھا کہ دور دراز سیاروں سے آگے ایک لامحدود خلاء ہے جس کو پاٹنے کا کوئی امکان نہیں۔
الغرض ایک چاند تو کیا تمام سیارے بھی ہماری کمند میں آجائیں تو کسی اسلامی تحقیق اور آسمانوں کے وجود کے بارہ میں اسلام کے کسی دعویٰ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ کائنات کی ان لامحدود وسعتوں میں غیر اقوام کی ترکتازیوں کو دیکھ کر یورپ کی ذہنی غلامی میں مبتلا بہت سے لوگ اس میدان میں مسلمانوں کی پسماندگی کا الزام بیچارے اسلام کے سر پر تھوپنا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ خود اس طبقہ کی ذہنی پستی اور فکری غلامی کا نتیجہ ہے جسے وہ بڑی عیاری اور چالاکی سے اب اس اسلام کے سر منڈھنا چاہتے ہیں جس کے ساتھ وہ اپنا ذہنی و فکری اور عملی رشتہ صدیاں ہوئیں کاٹ چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسلام نے سائنسی اور مادی ترقی اور تسخیری کوششوں سے ہمیں کب روکا تھا؟ اسلام کی ترجمانی کرنے والے علماء راسخین نے کب آپ کا ہاتھ روکا ہے؟ اسلام تو ان بے مایہ ادیان اور مذاہب عیسائیت اور پاپائیت جیسا نہ تھا کہ ان میں عصری تقاضوں اور سائنسی انقلاب کا سامنا کرنے کی تاب نہ تھی، اور یورپی اقوام کو سائنسی انقلاب کیلئے اپنے مذاہب کے ہاتھوں آگ اور خون کے طوفانوں سے گزرنا پڑا۔ بلکہ وہ تو ہر دور کے چیلنج کا مجسمہ جواب رہا اور قیامت تک رہے گا۔
پھر کیا ایک بھی مثال اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ سے پیش کی جاسکتی ہے کہ اس نے علم و تحقیق ایجاد و اختراع اور مادی ترقی کو پابجولاں کر دیا ہو۔ یہ سیاہ تصویر اگر ہے تو یورپ کے کلیسائی نظام کی ہے اسلام کی نہیں۔ پس طبیعیاتی علوم میں مسلمانوں کا تخلف اگر ہے تو اسکی ذمہ دار یورپ کی وہ اندھی تقلید ہے جو ہماری نظر انتخاب صرف وہاں کی فحاشی، عیاشی اور دیگر خرابیوں پر ہی ڈالتی ہے مگر علم و تحقیق اور سائنس کے میدان میں ہاتھ پاؤں توڑ کر اور کاسہ گدائی لیکر ہم صرف ان نوالوں کے چبانے اور اگلنے پر اکتفا کرتے ہیں جنہیں آقایان مغرب اگل کر ہمارے سامنے پھینک دیتے ہیں، اگر مذہب واقعی ہمیں ان ترقیات سے روکتا ہے تو جن لوگوں نے صدیوں سے حاملین مذہب کو از کار رفتہ قرار دیکر مذہب کا جوا اپنے گلے سے اتار پھینکا ہے اور دو ڈھائی سو سال سے اپنی ساری فکری اور علمی قوتیں مغربی نظام تعلیم میں کھپا رہے ہیں۔ انہوں نے سائنس کے میدان میں کونسا تیر مارا ہے۔ اس میدان میں ان کی رسائی زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ مغرب کے بنائے ہوئے اوزار اور ایجادات کا کچھ استعمال سیکھ سکیں۔ تو درحقیقت ہماری پسماندگی کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے یورپ کے خراد پر اپنا مذہب، اپنا ورثہ، اپنی فکری قوتیں بھی چڑھا دیں اور اس کے بدلے میں مغرب سے ایک ناقص اور جامد نظام تعلیم قبول کر لیا جس کے نتیجہ میں ہمیں سوائے ادنیٰ اور اعلیٰ درجہ کے کلرکوں، مسٹرلین اور اسکی تہذیب و معاشرت میں نقالی کرنے والے بہروپیوں کے اور کچھ نہ ملا۔ اس نظام تعلیم سے

ہمیں ذہنی آوارگی یورپ کی مرعوبیت، مذہب سے گریز کی دولت تو مل گئی، مگر ایجاد و اختراع اور تحقیق و دریافت کی کنجیاں انہوں نے اپنے پاس ہی رکھیں۔

آخر میں اگر اعلیٰ انسانی اقدار کی روشنی میں امریکہ اور روس کے اس مقابلہ اور مسلسل جدوجہد کے محرکات و اسباب کا جائزہ لیں تو ہمیں اور بھی مایوسی ہوگی، ان تسخیری قوتوں سے انسان کی کونسی مشکلات ختم ہو جائیں گی اس کا فیصلہ تو مستقبل کرے گا، مگر اس سلسلہ میں اب تک جتنی ایجادات ہمارے سامنے آچکی ہیں ان اقوام کی انسان دشمنی، حیوانیت اور درندگی کی وجہ سے ان میں سے اکثر انسان کی فلاح و بہبود کی بجائے اسکی ہلاکت اور بربادی کا ذریعہ بنی ہیں۔ عالمی لڑائیوں کی مثال ہمارے سامنے ہے تسخیر قمر کی اس جدوجہد کی پشت پر بھی یقیناً یہی حیوانی جذبات کارفرما ہیں۔ یہ لوگ ایک ایک تجربہ پر کئی کئی کھرب روپے پھونک رہے ہیں، مگر روئے زمین پر بسنے والے کروڑوں بھوکے ننگے سردی اور دھوپ میں جھلسنے والے اور جنگ کی بھٹیوں میں جلنے والے انسانوں کے امن و سکون اور بنیادی ضروریات فراہم کرنے کیلئے سائنس کے پاس وہ کونسا نسخہ کیمیا ہے جسے لب ستاروں اور آسمانوں پر آزمایا جا رہا ہے پھر اس دوڑ دھوپ کا مقصد ایک دوسرے پر بالادستی اور برتری ہے تو اس وسیع اور لامحدود کائنات اور زیست کے ذرات کے برابر ستاروں کے ہوتے ہوئے یہ مقابلہ اور ریس آخر کہاں جا کر ختم ہوگا؟ کوئی مانے یا نہ مانے مگر انسانیت کی فلاح کامیابی اور امن و سکون کا حل صرف مذہب کے پاس تھا اور یورپ نے بڑی عیاری سے اس کا رخ ایک نہ ختم ہونے والی مادی عیاشی کی طرف موڑ دیا ہے تاکہ جلد از جلد یہ عالم اپنے انجام تک پہنچ جائے — گویا خدا کی دی ہوئی شہادت اب پوری ہوا ہی چاہتی ہے کہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر — اور قریب ہے کہ وقت موعود کسی بھی وقت انسانوں کے اوپر پھٹ پڑے — لا یجلیہا لوقتہا الا ہو ثقلت فی السموات والارض لا تاتیکم الا بغتۃ۔

والله يقول الحق وهو يهدى السبيل

سمیع الحق

یکم جولائی ۱۹۶۹ء

دعوات عبدیت حق
ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

ارشادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ

اسلامی نظام معیشت کا ایک پہلو یہ بھی ہے

اکل حرام کا وبال

روحانی طہارت کے ساتھ جسمانی صفائی کی ضرورت

خطبۂ جمعۃ المبارک ، صفر ۱۳۸۹ھ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لا یربو لحم نبت من سحت الا کانت النار اولی بہ ۔ (او کما قال علیہ السلام)

یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو آپ کے سامنے پڑھا گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جسم انسانی میں جو گوشت بھی حرام چیز کھانے سے پیدا ہو وہ آگ میں جلنے کے لائق ہے۔ جو شخص حرام کمائی کھاتا ہے اس غذا سے خون اور خون سے گوشت بن جاتا ہے، تو وہ شخص اس حرام گوشت کے ساتھ جنت نہیں جا سکے گا، جبتک یہ گوشت جہنم میں جل نہ جائے، گویا بدن کی مثال کپڑے کی طرح ہے کہ اگر گندہ اور پلید ہو جائے، میلا کچیلا ہو اس پر نجاست لگی ہو تو جب تک اسے اچھی طرح صاف نہ کیا جائے ہم کسی بادشاہ کسی سرکاری تقریب یا کسی اونچی شخصیت سے ان کپڑوں میں ملاقات نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب احکم الحاکمین ملک الملک کے دربار میں مسلمانوں کی حاضری نماز کی شکل میں ہوتی ہے تو حکم دیا گیا ہے کہ سارا بدن اور کپڑے نجاسات سے پاک وصاف ہوں، اس لئے غسل اور وضو کیا جاتا ہے۔ اور وضو سے جسطرح ظاہری جسم صاف ہوتا ہے، اسی طرح معنوی نجاسات گناہ صغیرہ بھی اس سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ مضمضہ کرنے سے منہ کے گناہ اور استنشاق کرنے سے ناک کے گناہ، چہرہ دھونے سے آنکھوں کے گناہ دھل جاتے ہیں، اور ہاتھ پاؤں دھونے سے ان اعضاء کے گناہ گر جاتے ہیں۔ تو جو شخص اچھی طرح اور ثواب کی نیت سے وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ کہہ دے اور وضو کی مسنون دعائیں پڑھے

نے تو حدیث میں آتا ہے کہ اس وضو کی برکت سے اللہ تعالیٰ گناہوں سے اسے صاف ستھرا کر دیتا ہے، اسی طرح کپڑوں کا حکم ہے کہ نماز کی حالت میں پاک صاف ہوں وثیابک فطہر (اور کپڑوں کو پاک صاف رکھو)

امام شافعیؒ کا مسلک تو یہ ہے کہ سوئی کے سرے کے برابر نجاست بھی کپڑے پر نہ ہونی چاہیئے ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قدرے تخفیف ہے کہ درہم کی مقدار سے کم ہو تو معاف ہے، پھر بھی کپڑے کا پاک ہونا لازمی ہے۔

پھر یہ معاملہ دنیاوی شان و شوکت رکھنے والوں سے ملاقات اور مجرد نماز کی حالت پر موقوف نہیں، بلکہ جب قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہماری حقیقی حاضری ہوگی اور اللہ کی رحمتوں کا جو مورد ہے یعنی جنت، اس میں بھی پلید جسم کے ساتھ ہماری حاضری نہیں ہو سکے گی۔ قبر عالم آخرت کا پہلا دروازہ ہے اور جب قبر میں انسان داخل ہوتا ہے تو وہاں پہلی تفتیش اور تحقیق وضوء اور طہارت کے بارہ میں ہوگی گویا قبر میں پہلا سوال وضوء کے بارہ میں ہوگا اور اگر اس کا جسم دنیا میں بول و براز سے آلودہ رہا ہوگا تو اس جسمانی نجاست سے قبر میں معذب ہوگا، اور ظاہر ہے کہ بے نماز شخص کو بول براز اور گائے بیل کے پیشاب سے بچنے کی کیا پرواہ ہوتی ہے تو اس کا وبال قبر ہی سے بھگتنے لگے گا، احادیث میں آتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور اقدسؐ کا گذر دو تازہ اور نئی قبروں کے قریب سے ہوا یہ صحابہؓ کی قبور تھیں کہ حضورؐ کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور مدینہ منورہ میں سکونت رکھتے تھے، مگر حضور اقدسؐ نے قبروں کو دیکھ کر فرمایا: انھما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر۔ (دونوں عذاب میں مبتلا ہیں ایک ایسی چیز کی وجہ سے جسے یہ کوئی بڑی چیز نہیں سمجھتے تھے۔) اس لئے کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے — ایک تو فساد کی نیت سے چغلی کیا کرتا تھا، ایک مجلس کی بات دوسری مجلس تک پہنچا دی، دو مسلمانوں کے درمیان صلح کی بات کرنے کی بجائے فساد میں ساعی رہتا تھا۔ دوسرا شخص پیشاب کے چھینٹوں سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا تھا: اس لئے اب دونوں عذاب میں مبتلا ہیں۔ پھر حضورؐ تو رحمۃ للعلمین ہیں، رحمت کا مجسمہ ہیں وہ راستہ چلتے کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو کیسے برداشت ہو سکتا کہ اسی طرح گذر جاتیں تو یہاں بھی رک گئے، کھجور کی ایک ٹہنی لی اس کے دو ٹکڑے کر کے ہر ایک قبر پہ ایک ایک ٹہنی گاڑ دی اور فرمایا کہ شاید جب تک یہ ٹہنی تازہ اور ہری ہو اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان سے عذاب اٹھا دے رحمۃ للعلمین یہ برداشت نہ کر سکے کہ انہیں تکلیف میں دیکھ کر رفع تکلیف کی شفاعت نہ فرما دیں۔ پھر اعلان فرمایا: استنزھوا

من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ ۔۔۔ الحدیث ۔ (اپنے اور اپنے حیوانات کے پیشاب سے اپنے کو بچاتے رکھو کیونکہ عموماً عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے ۔)

الغرض قبر اور برزخ جو قیامت کی پہلی سیڑھی ہے یہاں سے صفائی کا لحاظ شروع ہو جاتا ہے تو جب ظاہری نجاست سے بچنے کی اتنی احتیاط ہے جو ناپائیدار اور آسانی سے زائل ہونے والی چیز ہے۔ تو باطنی نجاسات گناہ اور معصیت اور حرام کمائی سے اگنے والا گوشت حرام کمائی سے نشو و نما پانے والا جسم اسکی وجہ سے کتنا شدید عذاب میں ہوگا۔ اس لئے حدیث میں فرمایا کہ گوشت کا جو ٹکڑا نجس ہے۔ لوگوں کے حقوق پائمال کر کے غصب اور چوری کر کے حرام مال سے پیدا ہوا ہے اسے آگ پر داغا جائے گا، اگر قبر کے عذاب سے نجاست کے یہ دھبے نہ دھل سکے تو جہنم کی آگ سے اسے صاف کروایا جائے گا، اگر صاف ہوا تب جنت میں داخلہ کے قابل ہوگا، قرآن مجید میں ایسے مال و دولت سونا اور چاندی کے بارہ میں جس میں سے اللہ کے حقوق ادا نہ کئے گئے ہوں حرام طریقوں سے کمایا گیا ہو، مخلوق خدا کو اس سے فائدہ نہ پہنچایا گیا ہو کہا گیا ہے کہ ایسے سونے اور چاندی کی بڑی سلاخیں آگ میں سرخ کر کے ان کے چہروں اور جسم کے دیگر اطراف کو داغا جائے گا۔ مقصد اس سے وہی تطہیر ہوگی کہ یہ پلید اور نجس گوشت جل جائے جو ایسی دولت سے بنا ہے، دنیا میں بھی اگر کپڑوں سے نجاست اور میل کچیل ہٹاتے ہیں تو اسے آگ پر کھولتے ہوتے پانی میں ڈالتے ہیں پھر لکڑی سے یا پتھروں سے اسے مارتے ہیں تب کہیں زیب تن کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسیطرح باطنی نجاست کی تطہیر کا سلسلہ قبر ہی سے شروع ہو جائے گا، داغ دھبے مٹ گئے تو بہتر ورنہ قیامت کے دن کے شدائد سے اسے صاف کرایا جائے گا، وہ دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہے، اور سورج جو اب کروڑوں میل دور ہے اس وقت ایک میل کی مسافت پر ہو جائے گا، گرمی کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی گھٹنوں کے برابر کوئی ناف کوئی پیشانی تک پسینہ میں غرق ہوگا، اگر ایسے شدائد پر بھی اسکی نجاستوں کی تلافی نہ ہوئی تو پھر جہنم میں اسے غوطے دیئے جائیں گے۔ اگر دل میں ایمان کی روشنی ہو تو جہنم میں جلانے کے بعد اسے نکال کر جنت بھیج دیا جائے گا اور اسکی مثال دنیا میں دیکھو اگر کسی فولادی لوہے پر زنگ لگ گیا ہو تو اسے آگ میں جلا جلا کر اور ہتھوڑے مار مار کر صاف کروایا جاتا ہے۔ پھر جب ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور زنگ بالکل دور ہو چکا ہو تو خالص اور کھرے لوہے سے اوزار بناتے ہیں۔ اگر ٹھیک سے نہ ہوا ہو اور میل دشش باقی ہو تو پھر اسے بھٹی میں ڈالتے ہیں، اگر پورے طور پر زنگ اسے کھا چکا ہو، آر پار ہو چکا ہو، اور کام کا لوہا اس میں باقی نہ رہا ہو تو اسے پھر بھٹی

کے منہ میں ہی چھوڑ دیتے ہیں، اور انگاروں کے ساتھ جلتا رہتا ہے۔ یہی مثال انسان کی ہے اگر اس کے گناہ معمولی ہوں اور عذاب برزخ سے صاف نہ ہو سکیں تو جہنم کے عذاب سے اس کی صفائی کی جائے گی، اور گناہ جسقدر سخت اور دیرپا ہوں اتنا ہی عذاب جہنم کی شدت اور مقدار کا حال ہوگا۔ اگر دل میں ایمان موجود ہو تو آخر الامر اسے نکال دیا جائے گا، لیکن اگر کفر اور شرک کا زنگ دل کو کھا چکا ہو تو اسے ہمیشہ کے لیے پھر اسی آگ میں چھوڑ دیا جائے گا۔ الغرض مذکورہ حدیث میں اسی طرف اشارہ کیا گیا کہ اکل حرام جو ایک گناہ عظیم ہے اس کی سزا جہنم سے جلنا ہے۔

صحابہؓ کرام اور خلفاء راشدین پر اللہ کی رحمت ہو، احتیاط اور تقویٰ کے کیسے کیسے نمونے ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں۔۔۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ ساری مملکت اسلامی کے فرمانروا ہیں۔ مگر اتنا وظیفہ لیتے ہیں کہ جس سے قوت لایموت ہوتا ہے۔ ایک بار بیوی نے حلوا کھانے کی خواہش ظاہر کی حضرت صدیق نے فرمایا کہ میرے پاس تو گنجائش نہیں ہے، البتہ مسلمانوں کی خدمت کے عوض یہ معمولی سا وظیفہ مل رہا ہے، اور اس میں گنجائش نہیں، بیوی نے ضروری یومیہ اخراجات سے پیسہ پیسہ پس انداز کیا اور ایک دن حلوا پکوایا، حضرت صدیق گھر تشریف لائے تو ان کے سامنے بھی رکھا، حضرت صدیق نے حسب معمول نئی چیز دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کہاں سے آیا ہے، بیوی نے قصہ سنایا کہ اسطرح بچ بچا کر کچھ پیسے جمع ہوئے اور اس سے یہ تیار کرایا ہے، فرمایا اچھا یہ بات ہے۔ ہمارا گذر اوقات اس ایک پیسہ سے کم وظیفہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ حلوا اٹھا کر بیت المال بھیج دیا اور آئندہ اپنے وظیفہ سے ایک پیسہ کاٹ دیا۔ اور مشتبہات سے احتراز کا یہ حال تھا کہ ایک دن ان کے غلام نے کھانے کی کوئی چیز پیش کر دی، حضرت صدیق کو اس دن بہت بھوک تھی، عموماً ایسے موقع پر تحقیق کرتے کہ یہ کہاں کی کمائی ہے۔۔۔؟ اس دن دریافت نہ فرمایا اور اس سے لقمہ لیکر منہ میں ڈال دیا، اتفاق کی بات کہ غلام نے خود توجہ دلائی کہ آج آپ نے دریافت نہیں کیا۔ فرمایا ہاں یہ تو غلطی ہوئی۔ اب بتلاؤ کہ کہاں سے آیا۔ غلام نے کہا کہ میں جاہلیت کے زمانہ میں جادو ٹوٹکے کیا کرتا تھا اس کا معاوضہ اور اجرت انہوں نے اس وقت نہیں دیا تھا، آج انہوں نے راستہ میں دیکھ کر دیدیا۔ حضرت صدیق نہایت پریشان ہوئے کہ یہ تو مشتبہ کمائی تھی کہ جادو سحر کے ذریعہ حاصل ہوئی تھی، اب اسے واپس اگلنے کی کوشش شروع کی مگر نہار منہ ایک ہی لقمہ کھایا تھا قے کب ہو سکتا، نہایت تکلیف اٹھائی ہر طرح کی کوشش کی، پیٹ بھر کر پانی پیا اور حلق میں انگلیاں ڈال کر بالآخر وہ ایک لقمہ قے ہوا، لوگوں نے کہا کہ حضرت ایک لقمہ کی خاطر اتنی اذیت اٹھانے کی

کی وجہ کیا تھی۔؟ فرمایا کہ یہ تو اللہ کا کرم تھا کہ کھائی ہوئی چیز باہر نکلی، ورنہ اگر اس میں میری جان بھی جاتی تو پرواہ نہ تھی، کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو گوشت حرام کھانے سے بن جاتا ہے وہ آگ سے جل جانے کے مستحق ہے۔ لا یربو لحم نبت من سحت الا کانت النار اولیٰ بہ۔ (الحدیث)

محترم بھائیو! آج ہم مسلمانوں کو ان باتوں کا ذرا بھی احساس نہیں، نہ حرام سے بچنے کی پرواہ ہے، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں یہ خرابی تھی کہ ناپ تول میں دھوکہ دیتے تھے۔ ترازو مارتے تھے، اللہ نے اس جرم کی وجہ سے ایک بادل ان پر بھیج دیا جس سے آگ برسی اور ساری قوم آگ سے تباہ کر دی گئی۔ آج مسلمان بھی اسی گناہ میں مبتلا ہیں، ڈنڈی مارنا تو کوئی گناہ معلوم نہیں ہوتا، خداوند تعالیٰ نے ہمیں بار بار تنبیہ کی ہے کہ اس گناہ سے بچتے رہو۔

واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان۔	اور سیدھی ترازو تولو انصاف سے اور مت گھٹاؤ تول کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کیلئے ہلاکت اور بربادی ہے اور انہیں ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔

ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا	خرابی ہے گھٹانے والوں کی وہ لوگ جب ماپ
علی الناس یستوفون واذا کالوھم	کریں لوگوں سے تو پورا بھر لیں اور جب ماپ
او وزنوھم یخسرون الا یظن اولئک	کر دیں ان کو یا تول کر تو گھٹا کر دیں۔ کیا خیال نہیں
انھم مبعوثون لیوم عظیم یوم	رکھتے وہ لوگ کہ ان کو اٹھنا ہے اس بڑے
یقوم الناس لرب العالمین۔	دن کے واسطے جس دن کھڑے رہیں لوگ راہ
.....	دیکھتے جہان کے مالک کی۔ (شیخ الہندؒ)

ہمارے جرائم ہلاک ہونے والی قوموں سے کسی طرح کم نہیں۔ مگر یہ حضور علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ پوری امت کا استیصال نہیں ہوتا، پچھلی قومیں ایسے گناہوں پہ پوری کی پوری ہلاک کر دی گئی ہیں۔ اور مجموعی امت حضور اقدسؐ کی دعاؤں کی برکت سے عذاب سے اگرچہ محفوظ ہے مگر پھر بھی تکالیف شاقہ اور ذلت وادبار باہمی جنگ وجدال اور تفریق وانتشار میں مبتلا ہے جو ان گناہوں کا وبال ہے، آج عوام وخواص کی اکثریت مشتبہ اور حرام کھانے میں مبتلا ہے۔

امام بخاریؒ کے والد صاحب بہت بڑے متمول اور عالم تھے۔ لاکھوں کی تجارت تھی وفات کے وقت ایک شاگرد ان کی خدمت میں حاضر ہوا، تو فرمایا کہ اب جب اللہ کے ہاں